لقد جاء کم رسول من انفسکم

عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم

بالمومنین رؤف رحیم

()

عالم اسلام کو

ماہ نور

ماہِ ربیع الاول

کی آمد

مبارک ہو

(مجلس ادارت **مجلہ فقہ اسلامی** کراچی)

تعزیر کی اقسام

اور ہر قسم کی مشروعیت کی اجمالی دلیل

امیر عبدالمحسن الترکی

ترجمہ نصیر احمد ملی

تعزیر کی بہت ساری قسمیں ہیں ، ان میں چند یہ ہیں،کوڑا مارنا ، قید کرنا ، مالی جرمانہ عائد کرنا ، ملازمت سے برطرف کردینا ، اسی طرح ان حقوق اور مراعات سے محروم کردینا جو حکومتیں فرد اور یونینوں کو مہیا کرتی ہیں۔

سردست ہم تعزیر کی ان قسموں پر گفتگو کریں گے ، جو حسب ذیل ہیں:

۱) قتل کرنا:

قتل کے ذریعہ تعزیری سرزنش کرنا اکثر فقہاء کے نزدیک جائز ہے ، البتہ تعزیری طور پر کن صورتوں میں قتل کرنے کی اجازت ہے ، اس بارے میں انکے درمیان اختلاف ہے۔

(الف): حاشیہ ابن عابدین میں لکھا ہے: ''میں نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''الصارم المسلول'' میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ احناف کا ایک اصول یہ ہے کہ جن صورتوں میں ان کے نزدیک قتل کی سزا نہیں ، جیسے بھاری پتھر سے مار ڈالنا ، یا اغلام بازی کرنا اور بار بار اس حرکت کو دُہرانا ، تو ان صورتوں میں امام پر لازم ہے کہ وہ ایسا کرنے والوں کو قتل کردے ، دراصل احناف اس قسم کی واردات میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب سے منقول قتل کے حکم کو اس بات پر محمول کرتے ہیں کہ آپ نے اسی کے اندر مصلحت دیکھی ، احناف اس قتل کو ازروئے سیاست (ملکی حکمت عملی کے تحت) قتل کا نام دیتے ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حاکم ان جرائم کے ارتکاب پر قتل کی سزا نافذ کرنے کا مجاز ہوتا ہے جو تکرار کی وجہ سے اہمیت کے حامل بن جاتے ہیں اور اس نوعیت کے جرائم میں قتل کرنا مشروع ہے

☆ امام اعظم کے نزدیک مجاز لغتاً کے حق میں حقیقت کا نائب ہے ☆

یہی وجہ ہے کہ اکثر احناف نے ان ذمیوں کوقتل کر دینے کا فتویٰ دیا ہے جو نبی کریم ﷺ کی شان میں بکثرت سب وشتم سے کام لیتے ہیں، اگر چہ گرفتاری کے بعد وہ اسلام کیوں نہ لے آئیں، اس قتل کو وہ سیاست پر مبنی ہونے کا نام دیتے ہیں، اسی طرح ان کے نزدیک امام کو یہ اجازت ہے کہ وہ عادی چور کوقتل کرادے، گلا گھونٹ کر مار ڈالنے والے کو بطور تعزیر مروا ڈالے، یوں ہی تعزیر کے طور پر اس شخص کوقتل کر دینے کی بھی اجازت ہے جو کسی ایسی عورت کے ساتھ خلوت کرنے پر ماخوذ ہو جس کے ساتھ خلوت کرنا اس کے لئے حلال نہیں ہے خواہ کوئی برا فعل کرتے ہوئے اسے نہ دیکھا گیا ہو۔ اس کے جائز ہونے کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ اگر مرد نے عورت پر زبردستی کی اور عورت نے کوئی چارہ نہ پا کر اس کو مار ڈالا تو اس کا یہ فعل جائز ہوگا، اور یہ خون رائیگاں سمجھا جائے گا، یہی حال جادوگر اور اس بے دین گمراہ کا ہوگا، جو گمراہی اور بے دینی کا پروپیگنڈہ کرتا ہے، اگر وہ توبہ کرنے سے پیشتر پکڑا گیا تو اسے مار ڈالا جائے گا خواہ پکڑے جانے کے بعد تائب کیوں نہ ہو، کیونکہ اس کی توبہ ناقابل قبول ہوگی۔(۱)

(ب): بعض شافعیہ کے نزدیک کتاب وسنت کے خلاف، بدعت کا پرچار کرنے والے شخص کو تعزیر کے طور پر قتل کر دینے کی اجازت ہے۔(۲)

(ج): مالکیہ کے نزدیک تعزیر کے لئے قتل کئے جانے کا جواز ملتا ہے، جیسے اس مسلم جاسوس کو قتل کر دینے کی اجازت ہے، جو دشمن کے لئے جاسوسی کرے، رہا بدعتی جو بدعت کا پروپیگنڈہ کرے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے درپے ہو تو پہلے اسے توبہ کی ترغیب دی جائے اگر اس نے توبہ کر لی تو ٹھیک ورنہ اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔(۳)

(د): حنابلہ: ان کی ایک جماعت جس میں ابن عقیل بھی شامل ہیں، ان کا قول یہ ہے کہ مسلم جاسوس کو قتل کرنا جائز ہے جو خود مسلمانوں کے خلاف ان کے دشمنوں کے لئے جاسوسی کرے اور ٹھیک یہی حشر بدعتی کا ہوگا، جو بدعت کو عام کرتا رہے۔(۴)

اور جو بار بار کسی بگاڑ میں حصہ لے، اور لگاتار اسی میں منہمک رہے، لیکن اس کی کارگزاری بڑھ کر مقررہ ''حد'' تک نہ پہنچے، ایسے شخص کو بھی ازروئے تعزیر قتل کرنا جائز ہے(۵)

اس امر کے لئے حنابلہ اس سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ اگر مفسد کا شر اسے قتل کئے بغیر ختم نہ ہو تو حسب ذیل روایتوں کی بنیاد پر اسے قتل کر دیا جائے گا۔

۱) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں عرفجہ اشجعی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے، جو شخص تمہارے پاس آئے اور تمہارا شیرازہ منتشر کرنا چاہے، یا تمہاری جمعیت میں تفرقہ پیدا کرنے کا ارادہ کرے، جبکہ تمہارے کل امور کسی ایک شخص کے ماتحت ہوں تو اس کو قتل کر دو، ایک اور روایت میں ہے: عنقریب اس اس طرح کے (فتنے اور نت نئے) حوادث رونما ہوں گے تو جو شخص اس اُمت میں تفرقہ پیدا کرنا چاہے، حالانکہ ان میں باہم اتفاق ہو تو ایسے شخص کو تہہ تیغ کر دو خواہ وہ کوئی آدمی ہو (۶) اس حدیث میں فسادیوں کو قتل کر دینے کا اشارہ ملتا ہے۔

۲) اور اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دیلم حمیریؓ سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم ایسی سرزمین کے باشندے ہیں جہاں ہمیں سخت کام کرنا ہوتا ہے، اس لئے ہم گیہوں کی شراب بناتے ہیں جس سے کام کے دوران ہم میں چستی اور توانائی آتی ہے، اور اپنے علاقے کی سردی پر ہم قابو پاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا اس سے نشہ آتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں: فرمایا: پھر تو اسے چھوڑ دو۔ میں نے عرض کیا لوگ اسے چھوڑ نہیں سکتے، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر نہیں چھوڑتے تو انہیں قتل کر دو۔ ☆ (شرابی کو قتل کیا جائے گا، اس سلسلے میں ایک روایت تو یہی ہے، جو مذکور ہوئی، دوسری روایت وہ ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ: ''اگر اس نے دوبارہ پی، تو اسے قتل کر دو''۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے پاس ایسے آدمی کو لاؤ جس نے چوتھی بار شراب پی ہو، اگر تم لے آئے تو اس کا قتل کر دینا مجھ پر واجب ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو نسائی کے علاوہ جملہ پانچوں محدثین (یعنی احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) نے نقل کیا ہے کہ پھر اگر چوتھی بار بھی پیئے تو اسے قتل کر دو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ قتل کا یہ حکم پہلے پہل تھا پھر بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اس لئے کہ محمد بن اسحٰق نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے جابر سے اور جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جس نے چوتھی بار شراب پی تھی، آپ نے اسے کوڑے مارے مگر قتل نہیں کیا، نیز ابو داؤد اور ترمذی سے منقول روایت کے مفہوم سے اس کا ثبوت ملتا ہے جس کو زہری نے قبیصہ

☆ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ نکاح بھی عقد مالی ہے ☆

بن ذویب رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے شراب پی اسے کوڑے مارو، اگر اس نے دوبارہ پی تو اسے دوبارہ پھر مارو اور تیسری چوتھی بار پیئے تو اس کو قتل کر ڈالو، آخر آپ کے پاس ایک شخص لایا گیا تو اس نے اس کو کوڑے مارے، اور قتل کا حکم برخاست کر دیا اور آپ کی طرف سے رخصت تھی۔ اصحاب ظواہر کے علاوہ جمہور علماء نے اسی نسخ کو اپنایا ہے) یہاں قتل سے تعزیری قتل مراد ہے، کیونکہ اس کا شمار حد میں نہیں، اسلئے کہ حد تو محض کوڑا مارنا ہے، غرض اس روایت سے تعزیری قتل کا جواز ملتا ہے۔

۳) نیز اس لئے کہ فسادی حملہ آور ہوتا ہے، جب حملہ آور کا دفاع قتل کے بغیر ممکن نہیں تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

۴) سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے قدریہ خیالات کے حامل: غیلان (دمشقی) کو قتل کرا دیا تھا کیونکہ وہ اپنے ہی خود ساختہ ایک مخصوص نظریہ کا پرچار کرتا تھا۔ (۸)

یہ تو ہوا ساتھ ہی اس موضوع کے تحت ڈاکٹر عبدالعزیز عامر نے جو رائے پیش کی ہے، اسے میں بھی پسند کرتا ہوں کہ بقول ان کے: ''میں تعزیر کے طور پر قتل کئے جانے کو جائز کہتا ہوں، کیونکہ بعض ایسے جرائم جن کے تحت شارع نے حدود قصاص کی سزائیں تجویز کر رکھی ہیں، اگر ان جرائم میں قتل اور گردن زنی کی سزا کو موقوف کر دیا گیا تو اس میں شک نہیں کہ ان مقاصد کے یکسر فوت ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے جن کی بنا پر شارع علی صاحبہا الصّلٰوۃ والسّلام نے ان سزاؤں کو مقرر کیا ہے۔ پھر یہ عقل سلیم اور فکر مستقیم کے موافق بھی نہیں ہوگا، جیسے اس قبیل سے وہ جرم ہے جس میں کوئی مسلمان عالم مسلمانوں کے مفادات کے خلاف خود مسلمانوں کے لئے جاسوسی کرتا ہے، ظاہر ہے اس جاسوسی کی شکل میں جو جرم رونما ہوگا اور جو خطرہ پیدا ہوگا، وہ ان جرائم سے کہیں بڑھا ہوا ہوگا، جن پر حدود و قصاص کی سزا کے طور پر تہہ تیغ کر دینے کی سزا مقرر ہے، پھر سماج میں ایسے مجرموں کی بھر مار ہے، جن کی رگ رگ میں جرائم پیوست ہوتے ہیں جنہیں جرم کئے بغیر لطف نہیں آتا، ایسے نابکار افراد ایک سے بڑھ کر ایک خطرناک جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں اور بڑی سے بڑی سزا پا کر بھی اپنی حرکت سے باز نہیں آتے۔ ظاہر ہے ایسے مجرموں کو تہہ تیغ کر کے ان کا قصہ پاک کر دینا ضروری ہے تاکہ سماج کے اندر سے ان کی جڑ کٹ جائے اور پورا سماج چین کا سانس لے سکے۔

منجملہ ان میں بعض جرائم ایسے بھی ہیں، جن سے ملکی سلامتی اور امن عامہ کو خطرہ لاحق ہوتا

☆ حضور ﷺ نے فرمایا ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے اور ایک صاع کو دو صاع کے بدلے نہ بیچو ☆

ہے بعض جرائم ایسے بھی ہوتے ہیں جس سے دین اور عقیدہ مجروح ہوتا ہے پھر بھی والی سلطنت کے کل اختیارات بہر حال شرعی حدود کے پابند ہوتے ہیں۔(۹)

۲۔ جلا وطن یا شہر بدر کرنا:

جلا وطن یا شہر بدر کرنا ایک مشروع تعزیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے مطابق سزا خود بھی دی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے ''زنخوں'' کو مدینہ منورہ سے نکال باہر فرمایا''۔(۱۰)

آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے بھی یہی کیا، مثال کے طور پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ''ضبیع'' کو بصریٰ یا کوفہ جلا وطن کر دیا۔ اس لئے کہ یہ شخص ''سورہ ذاریات کی بابت لوگوں سے سوالات کیا کرتا تھا اور قرآن کریم کے دیگر مشکلات پر غور کرنے کا پروپیگنڈہ کرتا تھا۔(۱۱)

اسی قسم کی ایک روایت مظہر ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ منورہ کی ایک گلی کا گشت کر رہے تھے، یک بیک آپ نے ایک عورت کو بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

هَلْ مِنْ سَبِيْلٍ اِلَى خَمْرٍ

''کیا کوئی صورت ہے کہ میں شراب پی سکوں؟ یا ایسا کوئی راستہ ہے کہ نصر بن حجاج تک پہنچ سکوں۔''

صبح ہوئی تو نصر بن حجاج کو آپ کی خدمت میں لایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہ شخص نہایت حسین وجمیل ہے، اور اس کے بال بڑے خوبصورت ہیں، آپ نے کہا: امیر المؤمنین نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ تمہارے بال کاٹ دیئے جائیں، چنانچہ بال کاٹ دیئے گئے۔(۱۲)

پھر مدینہ منورہ سے جلا وطن کر دیا گیا، کیونکہ اس کی ذات سے فتنہ کا ڈر لاحق تھا۔(۱۳)

اس موقعہ پر کوئی یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ نصر بن حجاج کی جلا وطنی کا یہ واقعہ بذات خود تعزیری سزا کے طور پر جلا وطنی کی سزا کے مشروع ہونے کا فائدہ نہیں دے سکتا کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نصر بن حجاج نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نصر بن حجاج کی جلا وطنی کا ذکر جن روایتوں میں ملتا ہے، ان کے

اندر یہ مذکور نہیں ہے کہ نصر بن حجاج نے لائق تعزیر کوئی گناہ بھی کیا تھا، ہاں اس کی بعض ارادی اور غیر ارادی حرکات وسکنات سے فتنہ انگیزی اور بگاڑ رونما ہونے کا قوی اندیشہ ضرور تھا، مثلاً یہی کہ بات چیت، چال چلن، یا پوشاک میں تصنع کا میلان تھا۔ یا بتکلف خوبصورت بننے کا طبیعت میں رجحان غالب تھا، یا کسی ایسی قابل اعتراض حرکت کا اندیشہ تھا جسے بھانپ لینے کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے مدبر نے حفظ ما تقدم کے طور پر اسے سرزنش کرنی ضروری سمجھی، اور اسی لئے اسے جلا وطن کر دیا تا کہ وہ اس سے باز آ جائے، اس احتمال کو فرض کر لیا جائے تو اس جلا وطنی کا نفاذ ''معصیت پر تعزیر'' سے موسوم ہوگا۔ (۱۴)

لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ اس قسم کا مفروضہ یا احتمال کسی دلیل پر قائم نہیں، اس لئے محض اس مفروضہ کو بطور جواب پیش کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا اوپر مذکور سوال کا جواب یہ ہے کہ نصر بن حجاج کی جلا وطنی درحقیقت شرعی سرزنش اور دستوری تنبیہ تھی جس کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ کسی معصیت کے مقابلہ میں دی گئی ہو، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی خاص مصلحت کے پیش نظر اس کا نفاذ ہو۔

اور یہاں مصلحت یہ تھی کہ ''مدینۃ الرسول ﷺ'' کی سماجی اور عوامی زندگی کو شر وفساد سے پاک رکھا جائے، اور عوامی مصالح اور اجتماعی مفاد ہر لحاظ سے بالاتر ہوتا ہے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شرابی کو تعزیر کے طور پر خیبر کی طرف جلا وطن کیا تھا۔ (۱۵)

علاوہ ازیں شہر بدر کر دینا، تعزیری سزا کے طور پر مشروع ہے اس پر جملہ فقہاء کا اتفاق ہے، نیز انہوں نے اس کو تعزیری سزاؤں میں شمار بھی کیا ہے، (۱۶)

یہی وجہ ہے کہ مالکیہ نے محلہ سے ایسے پڑوسیوں کو دور رکھنے کی تائید کی ہے جو فاسق ہوتے ہیں اور نیک دل پڑوسیوں کا ناک میں دم کئے ہوتے ہیں۔ (۱۷)

۳) توبیخ

توبیخ (پھٹکارنا) از روئے تعزیر ایک سزا ہے، جو زبانی ڈانٹ ڈپٹ، ملامت، دھونس، دھمکی دے کر یا مجرم سے اعراض برت کر یا قاضی کے اسے گھور کر دیکھ لینے سے بھی عمل میں آ جاتی ہے یا کسی قسم کی غلط تہمت لگائے بغیر برا بھلا کہہ دینے سے بھی اس پر عمل ہو جاتا ہے یا ذلیل وخوار کر

☆ عبارۃ النص سے وہ حکم ثابت ہوتا ہے جس کے لئے کلام کو چلایا گیا اور اس کا قصد کیا گیا ہو ☆

دینے سے بھی اس کا نفاذ ہو جاتا ہے۔ جیسے یہ کہا جائے کہ: ''اے ظالم، ارے سرکش، یا اس کا کان مروڑ دیا جائے، وغیرہ کیونکہ یہ ایک قسم کی سرزنش ہے اور یہ سزا تمام فقہاء کے نزدیک ان لوگوں کو دینا مشروع ہے جو فطری اور عادی مجرم نہیں ہوتے بلکہ ان سے جرم کا صدور زیادہ تر لغزش یا کسی ارادے کے بغیر ہوتا ہے ساتھ ہی یہ امر بھی ملحوظ ہوتا ہے کہ وہ جرم کم خطرناک ہو، لیکن اگر مجرم جرم پر جری ہو، یا جرم بڑا ہو تو عام طور پر توبیخ کی سزا سودمند نہیں ہوتی، (۱۸)

فقہاء نے تعزیرات پر مبنی توبیخ کی سزا کی مشروعیت پر استدلال اس حدیث سے کیا ہے جس کو امام مسلم ☆ (۱۹) امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہم ☆ (۲۰) نے نقل کیا ہے کہ ''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو برا بھلا کہا، اور اس کی ماں کے ساتھ اسے عار دلائی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوذر! تم نے اس کی ماں کے ساتھ عار دلائی، معلوم ہوتا ہے تمہارے اندر جاہلیت کی بُو باس ابھی باقی ہے۔'' (۲۱)

اور اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس کو امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سیدنا خالد بن ولید اور سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان قدرے رنجش تھی، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو کچھ برا کہہ دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے کسی اصحاب کو برا بھلا نہ کہو، اسلئے کہ اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر ڈالے، تب بھی وہ ان کے ایک مُد آدھے مُد کے برابر اجر کو بھی نہیں پہنچ سکے گا (۲۲)

اور اس حدیث سے بھی جو سنن ابوداؤد میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، اس نے شراب پی رکھی تھی، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو مارو، راوی حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر کیا تھا ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ سے مار رہا تھا، کوئی جوتے سے، اور کوئی کپڑے سے مار رہا تھا۔

ایک دوسری روایت میں اسی سند سے منقول ہے کہ پھر نبی کریم ﷺ نے اصحاب کو حکم دیا کہ اس کو پھٹکاریں، چنانچہ لوگوں نے اسے ڈانٹنا شروع کیا، اور کہنے لگے کیا تو اللہ سے نہیں ڈرا؟ کیا تجھے اللہ کا خوف نہ آیا؟ کیا تجھے رسول اللہ ﷺ سے شرم محسوس نہیں ہوئی یہ روایت اس کی دلیل ہے کہ پھٹکار بھی ایک تعزیری سزا ہے۔ (۲۳)

اسی قبیل کی ایک روایت وہ ہے جس کو عمرو بن شرید نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

☆ خفی وہ ہے جس کی مراد کسی عارضہ کی وجہ سے چھپی ہوئی ہو صیغہ کی وجہ سے نہیں ☆

نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص ایسا ہے جس کو رسوا کرنا، اور سزا دینا میرے لئے حلال ہے، محدثین نے رسوا کرنے کی وضاحت یہ کی ہے کہ مثلاً: اُسے کہا جائے: اے ظالم، اے سرکش وغیرہ۔ (۲۴)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک فوج بھیجی جس کو بہت سارا مال غنیمت حاصل ہوا، جب وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آئے تو ریشم اور دیباج کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو چہرے کا رنگ بدل گیا، اور آپ نے منہ پھیرلیا، انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے ہم سے منہ پھیرلیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دوزخیوں کے کپڑوں کو بدن سے اتار دو، لوگوں نے فوراً دیباج اور ریشم جو پہن رکھا تھا، اسے اتار ڈالا، اس روایت میں ان سے منہ پھیر لینا بھی ان کے لئے ایک تعزیر تھی۔ (۲۵)

اسی طرح مذکورہ احادیث اور اس اثر میں واضح اشارہ ہے کہ پھٹکار ایک تعزیری سزا ہے شارع ﷺ نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ ڈانٹ پھٹکار کے ذریعہ تعزیر کی مذکورہ سزا کی مقدار متعین یا محدود نہیں ہے، بلکہ یہ چند مثالیں ہیں جن کو فقہا کرام نے بیان کیا ہے، اب قاضی کو اختیار ہے کہ وہ جن الفاظ، فقروں اور اشارات سے چاہے مجرم کو پھٹکار کی سزا دے، یا اوپر مذکور صورتوں سے ملتی جلتی کوئی ایسی سزا دے جو جرم سے روکنے کے لئے کافی اور موثر سرزنش ثابت ہو۔ اور زجر وتنبیہ کرنے میں تدریج سے کام لے یعنی مجرم کی حالت اور جرم کے لحاظ سے معمولی تنبیہ سے سخت تنبیہ کی طرف رفتہ رفتہ بڑھے۔ (۲۶)

ابو یعلی کہتے ہیں: اگر کوئی بلند مرتبہ کا حامل ہے تو اس سے منہ پھیر لینا، اس کے حق میں سزا ہوگی، اور جو کم مرتبہ کا ہو، اسے سخت سست کہنا اس کیلئے تعزیر ہوگا۔ اور انتہائی تعزیر وہ ہے جس میں مجرم کو خفت اور ندامت دلائی جائے، لیکن اس میں تہمت یا گالی کے الفاظ ہرگز استعمال نہ ہوں۔ (۲۷)

۴) ہجر (بائیکاٹ) کی سزا۔

ہجر یعنی معصیت کے مرتکب کا بائیکاٹ کرنا اور اس سے ہر قسم کے تعلقات معاملات یا روابط منقطع کر لینا (۲۸)۔ اس سزا کی مشروعیت کا ثبوت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

☆ محکم کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا لامحالہ طور پر واجب ہوتا ہے ☆

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ(نسا: ۳۴)
اوروہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو، انہیں نصیحت کرو، اوران کو بستروں سے جدا کردو۔

اس آیت نے واضح کردیا کہ بائیکاٹ کرنا ایک تعزیری سزا ہے، جس کو نافذ کرنا ضرورت اور مصلحت کے تحت جائز ہے، نیز اس کی مشروعیت حدیث شریف سے بھی ثابت ہے، چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان تین آدمیوں کا بائیکاٹ کیا، جوغزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے، وہ تین اشخاص: کعب رضی اللہ عنہ بن مالک، مرارہ رضی اللہ عنہ بن ربیعہ عامری اور ہلال رضی اللہ عنہ بن امیہ واقفی تھے، انہوں نے پچاس دن اور راتیں اس طرح گزاریں کہ ان سے کوئی بات چیت نہیں کرتا تھا، نہ سلام کلام کرتا تھا، نہ کسی قسم کا میل جول رکھتا تھا۔ یہ سلسلہ اس وقت تک دراز رہا جب تک کہ انہوں نے توبہ نہ کرلی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ، وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ(توبہ: ۱۱۸)
اوران تینوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب ان پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ ہوگئی اوران کی جانیں ان پر دوبھر ہو گئیں اورانہوں نے جان لیا کہ اللہ کی گرفت سے انہیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی، مگر یہ کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ وہ توبہ کریں بلاشبہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے۔

اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ضبیع بن عسل کا بائیکاٹ کیا جولوگوں سے ''سورۂ ذاریات'' کی بابت سوال کرتا تھا، آپ نے لوگوں کو بھی اس سے قطع تعلق کر لینے کا حکم دیا، اور کہہ دیا کہ کوئی شخص اس سے بات نہ کرے، تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرلے، (۲۸)

اور جیسا کہ ہم نے پیشتر عرض کیا، بائیکاٹ، سزا کی حیثیت اس وقت اختیار کرے گا جب بائیکاٹ کرنا عین مصلحت کے مطابق ہوگا۔ (۲۹)

اور مجرم کی حالت دیکھ کر اس کا نفاذ ہوگا تا کہ مقصد پورا ہو سکے، یعنی مجرم کی مناسب سرزنش اور اس کی اصلاح ہو سکے، (۳۰)

یہ تو ہوا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بائیکاٹ کی سزا اس وقت غیر موثر اور نا مناسب ہوگی جب کہ سزا یافتہ کو کہیں اور ایسی سوسائٹی یا سماج دستیاب ہو، جہاں وہ بآسانی خود کو ضم کر لیتا ہو، کیونکہ ایک فاسق کو بہت سارے فاسق مل جاتے ہیں جن میں وہ گپ شپ لڑا لیتا ہے یا ان کے ساتھ اٹھ بیٹھ کر لیتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے ایسی صورت میں اس بائیکاٹ کی سزا دینے میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اور یہ جو عہد نبوی اور دور صحابہ میں یہ سزا موثر تھی، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں گناہوں کی روک تھام کا دینی جذبہ زیادہ عام اور فاسقوں کی تعداد نہایت کم تھی اس زمانے میں جس شخص سے بائیکاٹ کر لیا جاتا، اس کو کوئی شخص پوچھتا بھی نہیں تھا، اس لئے اس دور کی تعزیری سزائیں حد درجہ کارگر اور روک تھام کا باعث ہوا کرتی تھیں، رہا موجودہ زمانہ! تو آج بائیکاٹ اس وقت سود مند ہوگا جبکہ بائیکاٹ کا حکم دینے والا کوئی بڑے مرتبہ کا حامل اور وجاہت والا آدمی ہو، جس کا اہتمام اور زبردست احساس خود اس شخص کو بھی ہو، جس کا بائیکاٹ کیا گیا، اور وہ اس سے متاثر ہو، اور یہی چیز بیوی سے بائیکاٹ کی صورت میں لازمی طور پر پائی جاتی ہے، کیونکہ بیوی شوہر کا ہر لمحہ آڑ لیتی ہے، اسی لیے بیوی سے بائیکاٹ پہلے بھی ایک تعزیری سزا تھی، اور آج بھی اس کی یہ حیثیت برقرار ہے۔ قصہ کوتاہ! بائیکاٹ کی سزا کا نفاذ صرف اسی موقعہ اور مقام پر ہوگا جہاں اس کے ذریعہ جرم کا انسداد اور اس کی روک تھام اور سرزنش خاطر خواہ ہو سکے۔

۵) تشہیر کرنا:

اس سزا کا مقصد مجرم کے جرم سے لوگوں کو خبردار کرنا ہوتا ہے، اسی لیے تشہیر ان جرائم میں کی جانی چاہیے جن میں مجرم، معتمد لوگوں کی نظر میں لائق اعتماد سمجھا جاتا ہو، جیسے جھوٹی گواہی دینا، اور دھوکہ دینا وغیرہ۔ (۳۱)۔

اسی لیے ابو بکر خلال نے اپنی اسناد کے ساتھ مکحول سے نقل کیا ہے کہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جھوٹی گواہی دینے والے ایک شخص کا چہرہ سیاہ کرا دیا، یہ اس کی تشہیر کا ایک سامان تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: جھوٹی گواہی دینے والے کو اسی وقت موقع پر گشت کرایا جائیگا، اس کے معاملہ کی پول کھولی جائیگی، اسے سرزنش کی جائے گی، پھر اس کا چہرہ سیاہ کر دیا جائے، امام احمد رحمتہ اللہ علیہ سے ایک دوسری روایت یہ بھی منقول ہے کہ چہرہ سیاہ نہیں کرایا جائیگا۔ (۳۲)

☆ کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

جھوٹی گواہی دینے والے کی تشہیر اس طرح بھی کی جاتی تھی کہ اسے سواری پر الٹا بٹھایا جاتا تھا، ہر دو کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے فریق پر جھوٹا الزام لگا کر در پردہ اس کا چہرہ سیاہ کرنا چاہا تھا، لہٰذا اس کا چہرہ بھی کالا کر دیا جائے گا، دوسرے اس نے الٹ پھیر کر بات بدلنی چاہی تھی، اس لئے سواری پر اس کا منہ بھی الٹا کر دیا جائے گا۔(۳۳)۔

اور جھوٹی گواہی دینے والے کی سزا سراسر تعزیری ہے، اس لئے تشہیر کے ذریعہ یہ سزا اس پر نافذ ہوگی جس کی تعزیری سزا ہوا کرتی ہے۔ اور تشہیر کا مفہوم بخوبی پایا جا سکے، اس کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ پروپیگنڈے کے جدید ترین وسائل اور ذرائع کو کام میں لایا جائے، جیسے ریڈیو، اخباری اشتہارات وغیرہ تاکہ ان کے ذریعہ تشہیر کا بنیادی مقصد پایا جا سکے،(۳۴)۔

۶) نصیحت کے ذریعہ سزا:

اسلامی شریعت میں کسی قصور کے ارتکاب پر ایسا کرنے والے کو وعظ ونصیحت کرنا، ایک معتبر تعزیری سزا ہے، چنانچہ قاضی کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ لائق تعزیر شخص کو سزا کے طور پر صرف وعظ ونصیحت کر دے، بشرطیکہ اس کی نظر میں اصلاح اور جرم سے روک تھام کے لئے نصیحت کافی ہو۔(۳۵)۔

قرآن کریم نے وعظ ونصیحت کو سزا کے طور پر پیش کرتے ہوئے کھل کر کہا ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ (نساء: ۳۴)

اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو انہیں نرمی سمجھا دو۔

اور یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ عورت کی نافرمانی اور سرکشی ایسی معصیت ہے، جس پر کوئی حد یا کفارہ نہیں ہے۔ البتہ تعزیر ہے، اس لئے اپنی خواب گاہوں سے انہیں الگ کر دینا اس کے حق میں ایک تعزیری سزا ہوگی۔(۳۶)

ابن عابدین کہتے ہیں: نصیحت کا مقصد یہ ہے کہ مجرم اگر بھول کر جرم کر رہا ہے تو اس کو یاد دلایا جائے، اگر جاہل ہے تو اس کو سکھایا جائے، یہی نہیں بلکہ اگر جان بوجھ کر قصور کیا ہو، تو اس کو اس لئے نصیحت کی جائے گی تاکہ وہ راستی اور درستی کی طرف لوٹ جائے۔(۳۷)

۷) دیگر تعزیری سزائیں:

مذکورہ بالا سزاؤں کے علاوہ کچھ اور سزائیں ہیں جن کی جانب فقہاء نے اشارہ کیا ہے جیسے ایک شخص سر کھلا رکھنے کا عادی نہ ہو اس کو ٹوپی اتار دینے کے لئے کہنا، مجلس یا بھری محفل میں دونوں پیر پر کھڑے رکھنا۔ طمانچے مارنا اور جو شخص سر منڈوانا پسند نہ کرے اس کا سر منڈوا دینا لیکن داڑھی منڈوانا درست نہیں ہے۔(۳۸)۔

تعزیر کے طور پر تین دن تک سولی پر زندہ لٹکانا جائز ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو ناب کو ایک پہاڑ پر سولی پر چڑھایا لیکن سولی پر زندہ چڑھائے رہنے کی صورت میں اسے کھانے پینے اور نماز سے روکا نہیں جائے گا۔(۳۹)۔

نیز امام کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ ان مختلف تعزیری سزاؤں میں سے قصوروار کا لحاظ کرتے ہوئے جس سزا کو مناسب سمجھے اس کو نافذ کرے، لیکن ترتیب اور تدریج کو بہر صورت ملحوظ رکھے، جس کا ذکر حملہ آور کے دفاع کی مثالوں میں پہلے گزرا، اس لئے اگر اس کی نظر میں ہلکی تعزیر کافی ہو تو سخت قسم کی تعزیر اختیار نہ کرے۔(۴۰)۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) (حاشیہ ابن عابدین جلد نمبر۴، صفحہ ۶۲-۶۴، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۲۴۸، ۲۴۹)۔

(۲) (السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ ص:۱۱۴، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۲۴۹، الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ ص:۴۰، فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۳۵، صفحہ:۴۰۵)۔

(۳) (التبصرہ لابن فرحون جلد۲ صفحہ ۲۱۶، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۲۲۹، فتاویٰ ابن تیمیہ جلد:۳۵، صفحہ:۴۰۵)۔

(۴) (السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۲۲۹، حاشیہ الطرق الحکمیہ صفحہ ۱۰۶، فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۳۵، صفحہ ۴۰۵)۔

(۵) (کشاف القناع عن متن القناع ج:۶ صفحہ ۱۲۴، حاشیہ الطرق الحکمیہ صفحہ ۱۰۷)۔

(۶) (صحیح مسلم مع شرح مسلم جلد ۱۲ صفحہ ۲۴۲-۲۴۱)۔

(۷) (نیل الاوطار جلد:۷ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶)۔

(۸) (السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶۔ الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ صفحہ ۳۹، ۴۰۔)

☆ محکم میں مفسر سے زیادہ قوت ہوتی ہے ☆

(۹) (التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر صفحہ ۲۶۳)۔

(۱۰) (التبصرہ لابن فرحون جلد :۲ صفحہ ۲۱۲، التشریع الجنائی الاسلامی جلد :اص: ۷۰۰)

(۱۱) (التبصرہ لابن فرحون جلد :۲ صفحہ ۲۱۲)

(۱۲) (الاحکام السلطانیہ لابی یعلی صفحہ ۲۶۸)

(۱۳) (التبصرہ لابن فرحون جلد :۲ صفحہ ۲۱۳)

(۱۴) (التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ :۳۱۵، ۳۱۶)

(۱۵) (الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ ص :۴۰)

(۱۶) (حاشیہ الرہونی جلد :۸ صفحہ :۱۷۴، تبصرہ لابن فرحون جلد :۲ صفحہ ۲۱۳، الحسبۃ فی الاسلام لابن تیمیہ ص :۳۸ نہایت المحتاج شرح المنہاج جلد :۷ صفحہ ۱۷۴، حاشیہ ابن عابدین جلد :۴ صفحہ ۶۱۔ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۳۱۶، حاشیہ دسوقی علی شرح الدردیر جلد :۴ صفحہ ۴۱۶)۔

(۱۷) (حاشیہ عرفہ الدسوقی علی شرح الدردیر جلد :۴ صفحہ ۱۴۶)۔

(۱۸) (التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ :۳۶۴)۔

(۱۹) (صحیح مسلم بشرح النووی جلد :۱۱ صفحہ ۱۳۲)

(۲۰) (المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی جلد :ا صفحہ :۳۹۴)

(۲۱) (التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۳۶۴)۔

(۲۲) (صحیح مسلم بشرح النووی جلد :۱۶، صفحہ ۹۲)۔

(۲۳) (عون المعبود شرح سنن ابوداؤد جلد :۱۲ صفحہ :۱۷۶، ۱۷۷)۔

(۲۴) (احمد، نسائی، ابن حبان نے اس کو صحیح کہا، ابن ماجہ اور بیہقی نے اسکی تخریج کی، سبل السلام جلد :۳ صفحہ ۴۷، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ :۳۶۲)۔

(۲۵) (التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۳۶۲)۔

(۲۶) (حاشیہ ابن عابدین ج :۴ ص :۶۱، التعزیر الشریعۃ الاسلامیہ ص :۲۶۴)

(۲۷) (التعزیر الشریعۃ الاسلامیہ ص :۲۶۴، الاحکام السلطانیہ لابی یعلی صفحہ ۲۶۲)۔

(۲۸) (التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ص :۲۶۵)

(۲۹) (تبصرۃ الاحکام لابن فرحون جلد :۲ صفحہ ۲۱۲، السیاسۃ الشرعیہ لابن تیمیہ صفحہ ۱۱۲، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۳۶۵۔۳۶۶، نظریات فی الفقہ الجنائی الاسلامی بہنسی صفحہ ۱۷۳، التشریع الجنائی الاسلامی جلد :ا صفحہ ۷۰۲)۔

☆ کنایہ کا حکم یہ ہے کہ اس سے حکم اس وقت ثابت ہوتا ہے جب نیت یا حال کی دلالت پائی جائے ☆

(۳۰) (السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ صفحہ ۱۱۳)۔

(۳۱) (التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۳۶۶)۔

(۳۲) (کشاف القناع عن متن الاقناع جلد: ۴ صفحہ ۱۲۵، شرعیۃ الجرائم والعقوبات، لخالد فراج صفحہ ۴۹۶، العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی لبہنسی صفحہ ۱۵۴، التشریع الجنائی الاسلامی جلد: ا صفحہ ۷۰۴)

(۳۳) (الاحکام السلطانیہ لابی یعلی صفحہ ۲۶۷)

(۳۴) (السیاستہ الشرعیہ لابن تیمیہ ص: ۱۱۳، نہایۃ المحتاج شرح المنہاج جلد: ۷ صفحہ ۱۷۴)

(۳۵) (التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۳۶۸) (۳۶) (السیاستہ الشرعیۃ لابن تیمیہ صفحہ ۱۱۳)۔

(۳۷) شرعیۃ الجرائم والعقوبات، صفحہ ۴۹۵، التشریع الجنائی الاسلامی جلد: ا صفحہ ۷۰۲)

(۳۸) (حاشیہ ابن عابدین جلد: ۴، صفحہ ۷۵، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ صفحہ ۳۶۰، العقوبہ فی الفقہ الاسلامی صفحہ ۱۵۴)

(۳۹) (حاشیہ دسوقی جلد: ۴ صفحہ: ۴۱۶، التبصرہ لابن فرحون جلد: ۲ صفحہ ۲۱۲، ۲۱۸، نہایۃ المحتاج شرح المنہاج جلد: ۷ صفحہ: ۱۸۴)۔

(۴۰) (کشاف القناع عن متن الاقناع جلد: ۶ صفحہ ۱۲۵۔ التبصرہ لابن فرحون جلد: ۳ صفحہ: ۲۱۱)

(۴۱) (نہایۃ المحتاج شرح المنہاج جلد: ۷، صفحہ: ۱۷۴)

بانی مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

حضرت علامہ مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث الوری کے فتاوی کا مجموعہ

فتاوی دیداریہ

شائع ہوگیا

ترتیب وتخریج حضرت مولانا مفتی محمد علیم الدین مجددی

مکتبۃ العصر کریالہ (منزل رضوان الصادق) جی ٹی روڈ گجرات

☆ کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆